بحث و نظر

صلحِ حدیبیہ اور فتحِ مکہ کا مطالعہ - امنِ عالم کے نقطۂ نظر سے

ڈاکٹر لطف الرحمٰن فاروقی

رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب تیرہ سال تک اپنی قوم کی خیر خواہی میں انہی کے ہاتھوں ظلم وستم کا نشانہ بنے رہے اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ بالآخر اہلِ یثرب کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت مدینہ طیبہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر کفارِ قریش نے ان کو وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور ان کو مٹانے پر تلے رہے اور پے در پے ان پر جنگیں مسلط کیں۔ اس صورت حال میں ایک روز رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔ سورۂ فتح میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحاً قَرِيباً، هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيداً۔ (الفتح: ۲۷-۲۸)

فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ ان شاءاللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے، اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

ان آیات میں دو باتوں کو نمایاں طور پر بتایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے

اپنے رسول کو برحق اور سچا خواب دکھایا ہے کہ وہ پورے امن کے ساتھ بے خوف ہوکر مسجد حرام میں اپنے اصولِ دین کے مطابق داخل ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ اس خواب کو پورا ہونے سے پہلے فتحِ قریب عطا فرمادی۔ ساتھ ہی تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اپنے رسولؐ کو دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کردے۔ ان حالات میں بظاہر رسول اللہ ﷺ کے اس خواب پر عمل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی کیونکہ کفار قریش نے ہجرت کے بعد سے چھ سال تک مسلمانوں کے لیے بیت اللہ کا راستہ بند کر رکھا تھا اور اس پوری مدت میں کسی بھی مسلمان کو انھوں نے حج یا عمرہ تک کے لیے حدود حرم کے قریب پھٹکنے نہ دیا تھا۔ مگر انبیاء کا خواب چونکہ سچا ہوتا ہے اس لیے آپؐ نے بلا تامل اپنا خواب صحابہ کرام کو سنا کر سفر کی تیاریاں شروع کردیں۔ آس پاس کے قبائل میں بھی اعلانِ عام پہنچ گیا کہ ہم عمرہ کے لیے جارہے ہیں جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آجائے، چنانچہ ۱۴ سو صحابہؓ کرام حضورؐ کی معیت میں عمرہ کے لیے روانہ ہوئے۔[۱]

ذی القعدہ ۶ ھ کے آغاز میں یہ مبارک قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا اور تقریباً ۶ میل کے فاصلہ پر واقع ذوالحلیفہ پہنچ کر، جو آج کل بیر علی سے موسوم ہے، سب نے عمرے کا احرام باندھا۔ قربانی کے لیے ۷۰ اونٹ ان کے ہمراہ تھے جن کی گردنوں میں ھدی کی علامت کے طور پر قلادے پڑے ہوئے تھے۔ اسلحہ میں سے صرف ایک ایک تلوار رکھ لی گئی جس کی تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قائدے کے مطابق اجازت تھی، اس کے سوا کوئی سامانِ جنگ ساتھ نہ لیا گیا۔ یوں یہ قافلہ لبیک لبیک کی صدا بلند کرتا ہوا بیت اللہ کی طرف روانہ ہوا۔

ذی القعدہ کا مہینہ ان حرام مہینوں میں سے ایک تھا جو صدہا برس سے عرب میں حج و زیارت کے لیے محترم سمجھے جاتے تھے۔ عرب کے دستور کے مطابق اس مہینے میں جو قافلہ احرام باندھ کر حج یا عمرے کے لیے جارہا ہو اسے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا۔ حتّٰی کہ کسی قبیلے سے اس کی دشمنی بھی ہو تو عرب کے مسلمہ قوانین کی رو سے وہ اپنے علاقے سے اس کے گزرنے میں مانع نہ ہوتا تھا۔

مگر قریش کو جیسے ہی اس قافلے کی آمد کی اطلاع ملی انہوں نے اپنی جاہلی حمیت سے مغلوب ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ کسی قیمت پر اس قافلہ کو اپنے شہر مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ وہ پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ گئے اور خالد بن ولید کو آپؐ کا راستہ روکنے کے لیے دوسو سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف روانہ کردیا۔ یہ اطلاع پاکر آپؐ نے اشتعال اور جنگ وجدال سے گریز کرتے ہوئے راستہ بدلا اور ایک دشوار گزار راستہ سے سخت مشقت اٹھا کر حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے جو عین حرم کی سرحد پر واقع تھا۔ آج کل یہ مقام شمیسیہ کے نام سے موسوم ہے جو مکہ سے تقریباً ۱۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔

مختلف قبائل کے سردار اور قریش کے ایلچی یہاں پہنچ کر آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کرتے رہے، مگر آپؐ نے سب کو یہ یقین دلایا کہ ہم عمرہ ادا کرنے کے علاوہ اور کسی غرض سے نہیں آئے۔ مگر قریش نے ایک سن کر نہ دی اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

ایلچیوں اور سفارت کاروں کی آمد ورفت اور گفت وشنید کا سلسلہ جاری تھا۔ دریں اثنا قریش کے لوگ بار بار کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح صحابہ کرامؓ کو اشتعال دلا کر ان سے کوئی ایسا اقدام کرالیں جس سے لڑائی کا بہانہ ہاتھ آجائے۔ مگر ہر مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی حکمت وفراست اور صحابہ کے صبر وتحمل نے ان کی ساری تدبیروں کو ناکام بنادیا۔

ایک دفعہ ان کے چالیس پچاس آدمی رات کے وقت آئے اور مسلمانوں کے پڑاؤ پر پتھر اور تیر برسانے لگے۔ اصحاب رسولؐ نے ان سب کو گرفتار کرکے حضورؐ کے سامنے پیش کردیا، مگر آپؐ نے ان سب کو چھوڑ دیا۔ ایک اور موقع پر تنعیم کی طرف سے ۸۰ آدمیوں نے عین نمازِ فجر کے وقت آکر اچانک چھاپا مارا۔ یہ لوگ بھی پکڑے گئے، مگر حضورؐ نے انہیں بھی رہا کردیا۔ اس طرح حضورؐ کی حسن تدبیر سے قریش کی ہر چال اور تدبیر ناکام ہوتی چلی گئی۔

آخر کار حضورؐ نے خود اپنی طرف سے حضرت عثمان غنیؓ کو ایلچی بنا کر مکہ بھیجا،

تا کہ وہ سردارانِ قریش کو یہ پیغام پہنچادیں کہ مسلمان جنگ کے لیے نہیں، بلکہ زیارت کے لیے ہدی ساتھ لے کر آئے ہیں، طواف اور قربانی کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور حضرت عثمانؓ کو مکہ ہی میں روک لیا۔ اس دوران میں یہ خبر اڑ گئی کہ حضرت عثمان ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے اور ان کے پاس نہ آنے سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر سچی ہے۔[۲]

اب معاملہ سفیر کے قتل تک پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے اس بات پر بیعت لی کہ اب ہم یہاں سے مرتے دم تک پیچھے نہ ہٹیں گے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ اس موقع پر موجود نہ تھے اس لیے خود رسول اللہ ﷺ نے اپنا دوسرا ہاتھ ان کی طرف سے بیعت کے لیے رکھا۔ اس بیعت کی اہمیت کو اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اکرم سے مخاطب ہو کر یوں بیان کیا:

إِنَّ الَّـذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّـهَ يَدُ اللَّـهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً (الفتح-۱۰)

جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اس کی اپنی ذات پر ہوگا۔ اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے، اللہ عن قریب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

اس بابرکت بیعت کے بارے میں ایک اور مقام پر آپؐ کو مخاطب کر کے جو ارشاد فرمایا گیا، اس سے آپؐ اور آپؐ کے اصحاب کی عظمت اور مستقبل کے امکانات پر روشنی پڑتی ہے۔ ارشاد ہوا:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ

اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے

عَلَيۡهِمۡ وَأَثَابَهُمۡ فَتۡحاً قَرِيۡباً وَمَغَانِمَ كَثِيۡرَةً يَأۡخُذُونَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزاً حَكِيۡماً، وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيۡرَةً تَأۡخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمۡ هٰذِهِ وَكَفَّ أَيۡدِيَ النَّاسِ عَنكُمۡ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَيَهۡدِيَكُمۡ صِرَاطاً مُّسۡتَقِيۡماً، وَأُخۡرَى لَمۡ تَقۡدِرُوا عَلَيۡهَا قَدۡ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡراً، وَلَوۡ قَاتَلَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الۡأَدۡبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيّاً وَلَا نَصِيۡراً سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلاً وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيۡدِيَهُمۡ عَنكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ عَنۡهُم بِبَطۡنِ مَكَّةَ مِن بَعۡدِ أَنۡ أَظۡفَرَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيۡراً (الفتح:۱۸-۲۳)

اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سا مالِ غنیمت انہیں عطا کردیا جسے وہ حاصل کرلیں گے۔ اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ فوری طور پر تو یہ فتح اس نے تمہیں عطا کردی اور لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دیے تاکہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمہیں ہدایت بخشے۔ اس کے علاوہ دوسری اور غنیمتوں کا بھی تم سے وعدہ کرتا ہے جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے ہو اور اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ کافر لوگ اگر اس وقت تم سے لڑ گئے ہوتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے اور کوئی حامی و مددگار نہ پاتے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آرہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے، حالانکہ وہ ان پر تمہیں غلبہ عطا کرچکا تھا اور جو کچھ تم کررہے تھے اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی اور وہ واپس آ گئے۔ ادھر قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھی صلح کی بات چیت کرنے کے لیے آیا۔ اب قریش اس موقف سے دست بردار ہوگئے کہ حضورؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو سرے سے مکہ میں داخل ہی نہ ہونے دیں گے۔ البتہ اپنی ناک

بچانے کے لیے ان کو صرف یہ اصرار تھا کہ آپؐ عمرہ کے لیے آ سکتے ہیں۔ طویل گفت وشنید کے بعد جو صلح نامہ لکھا گیا وہ امن پسند لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ امام زہریؒ کے مطابق اس کی تفصیل یوں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو بلایا اور ارشاد فرمایا "لکھو" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا: میں یہ نہیں جانتا، بلکہ لکھو باسمک اللھم (اے اللہ تیرے نام سے) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باسمک اللھم ہی لکھو تو حضرت علیؓ نے یہی لکھ دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لکھو: **هـذا مـا صا لح عليه محمد رسو ل الله سهيـل بـن عـمـرو** (یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمر سے صلح کی) سہیل نے کہا: اگر میں اس بات کا اقرار کرتا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو آپؐ سے جنگ کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لکھو

هـذا مـا صـالـح عـليـه محمد بن عبـدالله سهيل بن عمرو اصطلحا عـلـى وضـع الـحـرب عن الناس عشـر سـنيـن يـأمـنُ فيهن الناس، ويـكفّ بـعـضهم عن بعض، على انــه مـن آتـى مـحمداً من قريـش بـغيـر اذن ولـيّــه ردّه عـليهم ومن جـاء قـريشـاً مـمـن مع محمد لم يــردُّوه عــليــه، وان بيـنـنـا عيبة مـكـفـوفة، وانــه لا إرسـلال ولا إغـلال، وانّـه مـن احب ان يدخل فى عقد محمد وعهده دخل فيه،

یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد (ص) بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی، دونوں نے اتفاق کرلیا کہ دس سال تک جنگ بند رہے گی۔ ان دس سالوں میں لوگ امن کی زندگی بسر کریں گے اور وہ ایک دوسرے سے ہاتھ روکے رہیں گے۔ شرط یہ ہے کہ قریش کا جو آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد (ص) کے پاس آئے گا محمد (ص) اسے قریش کو لوٹا دیں گے اور محمد کے ساتھیوں میں جو آدمی قریش کے پاس آئے گا قریش اسے محمد (ص) کو واپس نہ کریں گے۔ نیز یہ کہ دونوں کی عداوتیں اندرون خانہ ہی رہیں گی، انہیں ظاہر نہ کیا جائے گا۔ بدعہدی اور خیانت نہ کی جائے

ومن احب ان یدخل فی عقد قریش وعھدھم دخل فیه . ۳۲

گی اور یہ کہ جو چاہے کہ محمد (ص) کے عہد میں داخل ہو وہ اس میں داخل ہو جائے اور جو چاہے کہ قریش کے عقد میں داخل ہو وہ ان کے عقد میں داخل ہو جائے۔

آپ ؐ نے اس صلح نامہ پر کچھ مسلمانوں اور کچھ مشرکوں کی شہادتیں کرائیں جن کے نام یہ ہیں: ۱۔ ابو بکر صدیقؓ ۲۔ عمر بن خطابؓ ۳۔ عبد الرحمٰنؓ بن عوف ۴۔ عبد اللہؓ بن سہیل بن عمرو ۵۔ سعدؓ بن ابی وقاص ۶۔ محمدؓ بن مسلمہ ۷۔ مکرز بن حفص (اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) ۸۔ علیؓ بن ابی طالب۔ یہ تحریر حضرت علیؓ نے لکھی تھی۔

یہ بھی طے ہوا کہ محمد ﷺ اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرے کے لیے آ کر تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں، بشرطیکہ پرتلوں میں صرف ایک تلوار لے آئیں اور دوسرا کوئی سامانِ حرب ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہلِ مکہ ان کے لیے شہر خالی کر دیں گے، تا کہ کسی تصادم کی نوبت نہ آئے۔ واپس جاتے ہوئے وہ یہاں کے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔

صلح نامۂ حدیبیہ: حضرت علیؓ کی زبانی

طویل گفت وشنید کے بعد رسول اللہ ﷺ اور کفار مکہ کے نامزد کردہ نمائندے سہیل بن عمرو کے درمیان معاہدہ ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ ابن اسحاقؒ نے صلح نامہ کے کاتب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک جامع روایت نقل کی ہے جس سے صلح سے متعلق تمام امور پر روشنی پڑتی ہے، وہ یوں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلح کے تصفیے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا اور کہا: معاہدہ لکھو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ سہیل نے کہا: میں اس جملے کو نہیں جانتا، البتہ یوں لکھو "باسمک اللھم" رسول اللہ نے مجھ سے کہا: یہی لکھ دو۔ میں نے یہی لکھ دیا۔ اس کے بعد آپ ؐ نے فرمایا: آگے لکھو "یہ معاہدہ جس پر محمد رسول اللہؐ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے"۔ اس پر سہیل نے کہا: اگر ہم اس بات کو مانتے

ہوتے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو پھر کیوں لڑتے، اس کے بجائے آپؐ اپنا محض نام اور اپنے والد کا نام لکھوائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا: اچھا لکھو" یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے۔ آج سے دس سال تک ہم باہم کوئی لڑائی نہ لڑیں گے۔ اس مدت میں ہر شخص مامون ہوگا۔ کوئی کسی پر دست درازی نہیں کرے گا۔ قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے پاس آجائے گا۔ رسول اللہ ﷺ اسے اس کے اولیا کے پاس واپس بھیج دیں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ہمرائیوں میں سے اگر کوئی قریش کے پاس چلا جائے گا تو وہ اسے آپؐ کے پاس واپس نہ بھیجیں گے۔ اب ہمارے درمیان کوئی لڑائی نہیں رہی، نہ تلواریں نکلیں گی اور نہ تیر اندازی اور سنگ اندازی ہوگی۔ جس کا جی چاہے وہ محمد ﷺ کے ساتھ ان کے عہد و پیمان میں داخل ہوجائے اور جس کا جی چاہے وہ قریش کے ساتھ ہوجائے"۔

اس شرط کو سنتے ہی خزاعہ اٹھے اور انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ان کے عہد میں شامل ہوتے ہیں۔ بنو بکر اٹھے اور انہوں نے کہا کہ ہم قریش کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہ لکھا گیا کہ اس سال آپؐ واپس چلے جائیں گے اور مکہ کے اندر نہیں آئیں گے۔ آئندہ سال ہم خود آپؐ کے لیے مکہ چھوڑ دیں گے۔ آپؐ اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوں اور تین دن قیام کریں۔ رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو اس عہد نامے کے لکھوانے میں مصروف تھے کہ اتنے میں ابو جندلؓ بن سہیل بن عمرو بیڑیاں پہنے رسول اللہ ﷺ کے پاس آپہنچے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کا یقین تھا اور وہ آپؐ کے ساتھ عمرہ کرنے مدینہ سے نکلے تھے، مگر اب جب انہوں نے دیکھا کہ اس نہج پر صلح ہورہی ہے اور ہم بے نیل و مرام واپس جائیں گے اور خود رسول اللہ ﷺ قریش کی بات مان کر ان کی منشا کے مطابق صلح کر رہے ہیں تو مسلمانوں کے دلوں میں اس قدر سخت رنج و تعصب پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ وہ ہلاک ہوجائیں۔ سہیل نے جب ابو جندلؓ کو دیکھا تو اس نے بڑھ کر ان کے منہ پر تھپڑ مارا اور گردن تھام لی اور پھر

رسول اللہﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس کے آنے سے پہلے میرے اور تمہارے درمیان معاملہ طے ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: صحیح ہے۔ اب سہیل اس کی گردن پکڑ کر اسے دھکا دیتا اور کھینچتا ہوا قریش کی طرف پلٹانے لگا۔ ابو جندلؓ نے انتہائی بلند آواز سے چلانا شروع کر دیا اور کہا: اے مسلمانو! مجھے مشرکین کے پاس لوٹایا جا رہا ہے۔ میرے ایمان کی وجہ سے مجھے اس مصیبت میں ڈالا جا رہا ہے اس جملے نے مسلمانوں کے زخمی دلوں پر اور نمک پاشی کی۔ رسول اللہﷺ نے ابو جندلؓ سے کہا کہ اپنے دل کو قابو میں رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے جیسے دوسرے مجبور لوگوں کے لیے جلد مصیبت سے نکالنے کی سبیل کرنے والا ہے۔ چونکہ ہم نے اہل مکہ سے صلح کر کے معاہدہ کر لیا ہے اور اس کے ایفا کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے اس لیے اب ہم ان کے ساتھ بے وفائی نہیں کریں گے۔ عمرؓ اٹھے اور ابو جندل کے پاس جا کر ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور ان سے کہتے تھے: ''صبر کرو، یہ قریش مشرک ہیں، ان کی جان کتے کے برابر ہے''۔ اس کے ساتھ وہ اپنی تلوار کا قبضہ ان کے نزدیک کرتے رہے۔ خود عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ وہ تلوار لے لیں اور اس سے اپنے باپ کا خاتمہ کر دیں، مگر انہوں نے گوارا نہیں کیا کہ اپنے باپ کو خود مار دیں۔ جب صلح نامے کی تحریر مکمل ہو گئی تو بعض مسلمان اور بعض مشرک اس پر شاہد ہوئے۔ گواہوں میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ، عبد اللہؓ بن سہیل بن عمرو، سعدؓ بن ابی وقاص، قبیلہ عبد الاشہل کے محمود بن مسلمہ، بنی عامر بن لوئی کا مکرز بن حفص بن ابوالاخیف جو مشرک تھا اور علیؓ بن ابی طالب تھے۔ علیؓ نے اس صلح نامہ کو تحریر کیا۔''[۴]

یہ تھی صلح حدیبیہ کے بارے میں حضرت علیؓ کی روایت۔ اس معاہدہ میں طے پانے والے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ دس سال کے لیے جنگ بندی ہوگی۔ معاہدہ میں شامل ہر فرد مامون ہوگا۔ کوئی کسی پر دست درازی نہیں کرے گا۔

۲۔ جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر رسول اللہﷺ کے پاس جائے گا آپؐ

اسے اس کے اولیا کے پاس واپس بھیج دیں گے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہیوں میں سے اگر کوئی قریش کے پاس چلا جائے گا تو وہ اسے آپؐ کے پاس واپس نہیں بھیجیں گے۔

۳۔ قبائل کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو عہد و پیمان میں قریش کے ساتھ شامل ہو جائیں یا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل جائیں۔

۴۔ اس سال مسلمان عمرہ ادا کیے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ اگلے سال قریش مکہ تین دن کے لیے مکہ خالی کر دیں گے تو رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے۔

۵۔ آپؐ تین دن سے زائد مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔

۶۔ آپؐ اور آپؐ کے اصحاب نیام میں بند تلواروں کے علاوہ کوئی جنگی ہتھیار ساتھ نہیں لائیں گے۔

صلحِ حدیبیہ پر حضرت عمرؓ کا ردعمل

اس معاہدہ پر سب سے سخت ردعمل حضرت عمرؓ نے ظاہر کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا ہم سچے دین پر اور کافر جھوٹے دین پر نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پھر انہوں نے کہا: کیا ہم میں سے جو مارا جائے وہ جنت میں نہیں جائے گا اور ان میں سے جو مارے جائیں وہ جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: پھر کیوں ہم دین پر دھبہ لگائیں اور لوٹ جائیں جب کہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ہمارا اور ان کا فیصلہ نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یا ابن الخطاب انی رسول اللہ ولن یضیّعنی اللہ ابدا (اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ مجھ کو کبھی تباہ نہیں کرے گا)۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ چلے گئے، مگر غصہ کے مارے صبر نہ ہو سکا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس جا کر ان سے کہا ”اے ابوبکرؓ! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ ابوبکرؓ نے کہا: کیوں نہیں۔ انہوں نے

کہا: پھر کیوں ہم اپنے دین کا نقصان کریں اور لوٹ جائیں جب کہ ابھی ہمارا اور ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ ابو بکرؓ نے کہا "یا ابن الخطاب انه رسول الله ﷺ ولن یضیّعه الله ابدا" (اے خطاب کے بیٹے، آپؐ اللہ کے رسول ہیں، اللہ ان کو کبھی تباہ نہیں کرے گا)۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں فتح کا ذکر تھا اور اس سے مراد فتحِ مکہ ہے۔ امام زہری نے کہا: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آتے ہوئے جب مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے تو ان پر سورۂ فتح نازل ہوئی۵ جس میں یہ خوش خبری دی گئی:

إِنَّـا فَتَـحْـنَـا لَکَ فَتْحاً مُّبِيْناً لِيَغْفِرَ لَکَ اللَّـهُ مَا تَـقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَـأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْکَ وَيَهْدِيَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيْماً وَيَنصُرَکَ اللَّهُ نَصْراً عَزِيْزاً (الفتح:۱-۳)	اے نبی، ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کردی، تاکہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کردے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو زبردست نصرت بخشے۔

آپؐ نے حضرت عمرؓ کو بلا بھیجا اور یہ سورہ پڑھائی۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، یہ صلح ہمارے لیے فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، تب وہ خوش ہوگئے اور لوٹ آئے۔۶

بظاہر دیکھنے میں یہ ایک پسپائی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں جو حکمت پوشیدہ کر رکھی تھی وہ مکہ کی فتح عظیم کی شکل میں نمودار ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کی مایوسی کو اللہ تعالیٰ نے ایک خوش خبری میں تبدیل کردیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر سورۂ فتح تلاوت کرتے رہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے:

عن عبد الله بن مغفل رضی الله عنه قال رایت رسول الله ﷺ یوم فتح مکة علی ناقته یقرأ سورة الفتح قال فقرأ ابن مغفل ورجع، قال معاویة لو لا الناسُ لاخذتُ لکم بذلک الذی ذکره ابن مغفل عن النبی ﷺ ۔۷	عبد اللہ بن مغفلؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر سوار سورۃ الفتح پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے یعنی ابن مغفلؓ نے آواز دہراتے ہوئے پڑھا۔ معاویہ نے کہا اگر لوگ نہ ہوتے تو میں بھی ویسی ہی قراءت شروع کرتا جیسے ابن مغفل نے نبی ﷺ سے ذکر کیا۔

صبر و برداشت کا ثمر

صلح حدیبیہ بظاہر ایک طاقتور ظالم قوت کے ساتھ مظلوم اور لاچار کی صلح نظر آتی ہے، مگر رسول اللہ ﷺ کے صبر و تحمل، حکمت و فراست اور اللہ پر کامل یقین نے اس کے اندر سے خیر کی راہ نکال لی۔

جس وقت معاہدے کی شرائط طے ہو رہی تھیں اس وقت سہیل بن عمرو کے اپنے بیٹے ابو جندلؓ، جو مسلمان ہو چکے تھے اور کفار مکہ نے ان کو قید کر رکھا تھا، کسی نہ کسی طرح بھاگ کر حضورؐ کے کیمپ میں آ پہنچے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں اور جسم پر تشدد کے نشانات تھے۔ انہوں نے آپؐ سے فریاد کی کہ مجھے اس حبسِ بے جا سے نجات دلائی جائے۔ صحابہ کرامؓ کے لیے بھی ان کے یہ حالات دیکھ کر ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ مگر سہیل بن عمرو نے کہا کہ صلح نامہ کی تحریر چاہے مکمل نہ ہوئی ہو مگر شرائط تو ہمارے اور آپ کے درمیان میں طے ہو چکی ہیں، اس لیے اس لڑکے کو میرے حوالے کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حجت تسلیم کی اور ابو جندلؓ کو ان کے باپ کے حوالے کر دیا اور وہ ابو جندلؓ پر تشدد کرتے ہوئے قریش کی طرف لے گیا۔ ادھر ابو جندلؓ نے بلند آواز سے چیخنا شروع کر دیا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا میں مشرکوں کی طرف واپس جا سکتا ہوں جو میرے دین کو برباد کر دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو جندل! صبر سے کام لو اور ثواب کا خیال رکھو۔ اللہ تمہارے لیے اور ان کمزور مسلمانوں کے لیے جو تمہارے ساتھ ہیں، کشادگی کا راستہ پیدا کر دے گا۔ ہم نے اپنے اور اس قوم کے درمیان صلح کا معاہدہ کر لیا ہے اور اس پر ہم نے بھی اور انہوں نے بھی اللہ سے عہد کر لیا ہے، ہم یہ عہد کسی طرح بھی توڑنے کے لیے تیار نہیں''۔[۸]

ظالمانہ معاہدہ سے ظالم خود دست بردار ہوتا ہے

معاہدۂ حدیبیہ کو قریش اپنی کامیابی اور مسلمانوں کی ناکامی سمجھتے تھے، مگر اللہ نے اس سے مختلف نتیجہ برآمد کیا۔ قریش نے اس کو اپنی جیت سمجھا کہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ

جانے والوں کو واپس کر دیا جائے گا اور مدینہ سے بھاگ کر مکہ جانے والوں کو واپس نہ کیا جائے گا، مگر تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ یہ معاملہ بھی قریش پر الٹا پڑا۔

صلح کے کچھ دنوں بعد مکہ سے ایک مسلمان ابو بصیر، جنہیں مکہ میں روک لیا گیا تھا، قریش کی قید سے بھاگ نکلے اور مدینہ پہنچ گئے۔ قریش نے ان کی واپسی کے لیے دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ یہ دونوں قریش کا مکتوب لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ آپ ﷺ نے ابو بصیر سے فرمایا: ''ابو بصیر! ہم نے قوم (قریش) سے جو عہد کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ ہمارے دین میں عہد شکنی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دوسرے کم زور مسلمانوں کے لیے کشادگی کی کوئی راہ پیدا کر دے گا اور کوئی نہ کوئی مفر نکلے گا، اس لیے تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ''۔ ابو بصیرؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ، کیا آپؐ مجھے مشرکوں کے پاس واپس بھیج رہے جو میرا دین برباد کر دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''ابو بصیر! تم واپس جاؤ، اللہ تعالیٰ عن قریب تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دوسرے کم زور مسلمانوں کے لیے کوئی نہ کوئی کشادگی اور بچاؤ کی راہ نکالے گا''۔ رسول اللہ ﷺ کا جواب سن کر انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہاں تک کہ جب وہ ذوالحلیفہ پہنچے تو بہانہ بنا کر ان دو میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ نکلا۔

پھر ابو بصیر یہاں سے نکل کر بحر احمر کے کنارے واقع جزیرۃ العرب کی مغربی ساحلی شاہراہ پر واقع عیص کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں سے قریش تجارت کے لیے شام جایا کرتے تھے۔ مکہ کے مجبور و مظلوم مسلمانوں کو بھی یہ خبر پہنچ گئی اور وہ بھی ایک ایک کر کے عیص میں ابو بصیر سے آ کر ملنے لگے۔ اس طرح ستر افراد وہاں جمع ہو گئے اور انہوں نے قریش کے قافلوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ قریش کے جس فرد کو بھی پا لیتے اس کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑتے اور جو بھی قافلہ ان کے پاس سے گزرتا اس کو لوٹ لیتے۔

بالآخر عاجز آ کر قریش نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی قرابت داری کا واسطہ دے کر درخواست کی کہ ان مسلمانوں کو جو انہیں تنگ کیے ہوئے ہیں، اپنے پاس

بلا کر جگہ دیں ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں، چنانچہ آپ ؐ نے انہیں مدینہ واپس بلا لیا۔۹

اس طرح حدیبیہ کے معاہدے کی یہ ظالمانہ شرط ظالموں کے اپنے ہاتھوں ساقط ہوگئی۔

صلح حدیبیہ کے دوررس نتائج

دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد پیش آیا جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح قریب سے تعبیر کیا۔ اس سلسلہ میں ابن ہشام زہری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام میں اتنی بڑی کوئی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ جہاں بھی ایک دوسرے سے دوچار ہوتے، جنگ ہوکر رہتی تھی۔ لیکن جب یہ مصالحت ہوئی تو جنگ روک دی گئی، لوگ ایک دوسرے سے مامون ہوگئے اور میل ملاقات کرنے لگے۔ باہم گفت وشنید اور تبادلہ خیالات ہونے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص اسلام کے بارے میں بات کرتا اور اس کی سمجھ میں کوئی چیز آ جاتی تو وہ اسلام میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی جو تعداد تھی اس کے مساوی بلکہ اس سے زیادہ لوگ ان دو برسوں میں داخلِ اسلام ہوئے۔

ابن ہشام نے کہا: زہری کے قول کے لیے دلیل یہ ہے کہ بقول جابرؓ بن عبداللہ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ ایک ہزار چار سو آدمی لے کر نکلے تھے، مگر آپ ؐ دو سال کے بعد مکہ فتح کرنے نکلے تو آپ کے ساتھ دس ہزار جاں باز تھے۔۱۰

فتحِ مکہ: جنگ برائے امن کے لازوال نقوش

ہجرت کے بعد کے طویل آٹھ سالوں تک قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کے اصحابؓ کو چین سے زندگی گزارنے نہ دی۔ جب اللہ نے ان پر فتح حاصل کرنے کا موقع دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ رواداری کا جو سلوک فرمایا وہ تاریخ کا ایک جگمگاتا ہوا سنہرا باب ہے۔ دشمنوں کے ساتھ درگزر سے پیش آنے کی یہ مثال قیامت تک فاتحین کے لیے مشعل راہ ہے۔

سنہ ۶ ھ میں کفارِ مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدۂ امن طے پایا تھا اس میں ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص یا قبیلہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں شامل ہونا چاہے شامل ہو جائے اور جو قریش کے عہد میں شامل ہونا چاہے ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس شرط کے نتیجے میں قبیلۂ بنو بکر قریش کے عہد میں اور قبیلۂ بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں شامل ہو گئے۔ مگر قریش نے عہد شکنی کی اور قبیلۂ بنو خزاعہ کے قتل میں قبیلۂ بنو بکر کی حمایت کی۔ رسول اللہ ﷺ کو جب قریش کی اس عہد شکنی کی خبر ہوئی تو آپؐ نے قریش پر فوج کشی کا عزم فرمایا۔ قریش نے یہ مہم روکنے کی کوشش کی، مگر آپؐ اپنے عزم پر قائم رہے اور مکہ پر فوج کشی کی، جو فتح مکہ کا سبب بنی۔[11]

فتح مکہ کے بعد

آج تمام مجرم مفتوح حالت میں ہاتھ باندھے، سر جھکائے آپؐ کے سامنے کھڑے ہیں۔ ان مجرمین میں ہند بنت عتبہ بھی تھی جس نے جنگ احد کے موقع پر اپنی سہیلیوں کے ساتھ شہدائے کرام کے جسموں کے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کیے، مقتول شہدا کے کان، ناک کاٹے، یہاں تک کہ ان کے کٹے ہوئے ناک، بازو کا ہار بنایا اور خود اپنے کان کی بالیاں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو انعام کے طور پر دے دیں، جس نے حضرت حمزہؓ کو بے دردی سے شہید کیا تھا نیز اس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا ڈالا۔ اس کے بعد اس نے ایک بلند چوٹی پر چڑھ کر انتہائی بلند آواز میں اپنے وہ اشعار پڑھے جو اس نے اپنے لشکر کی فتح اور صحابہؓ کی شہادت کی خوشی میں کہے تھے۔[12]

اب یہ تمام مجرمین منتظر تھے کہ ان کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا جائے گا یا اس سے بھی دردناک! مگر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ درگزر کا جو سلوک فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ انسانی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر طبقہ کے رہنماؤں کے لیے قیامت تک کے لیے قابل تقلید ہے۔ ایک چشم دید گواہ کی زبانی فتح مکہ کی تفصیل یوں ہے:

اہلِ مکہ سے خطاب

حضرت قتادہ السدوسی اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور آپ ؐ نے فرمایا: "ایک اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور صرف اس نے مشرکین کی جماعت کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سن لو، سوائے کعبہ کی خدمت اور حجاج کی آب رسانی کے، تمام مفاخر، تمام انتقاماتِ خون بہائے قدیم اور تمام خوں بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ جو شخص خطا سے مارا جائے اس کے عوض وہ دیت مقرر کی جاتی ہے جو کوڑے یا ڈنڈے سے عمداً مارنے کی دیت ہے۔ اور یہ دیت واجب ہے جس سے کوئی مفر نہیں اور وہ یہ ہے کہ چالیس حاملہ اونٹنیاں دی جائیں۔ اے قریش! اللہ نے نخوتِ جاہلیت کو تم سے دور کر دیا ہے۔ تم کو اسے قطعی ترک کر دینا چاہیے۔ تمام انسانوں کے باپ آدمؑ تھے اور آدمؑ کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے"۔ اس کے بعد آپ ؐ نے کلام اللہ کی یہ پوری آیت تلاوت فرمائی "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ الحجرات-۱۳ (اے لوگو، ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندانوں اور قبائل میں تقسیم کیا، تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے) اے قریش، اے اہلِ مکہ! جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا: "آپ ؐ اچھا ہی سلوک کریں گے۔ کیونکہ آپ ؐ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں"۔ آپ ؐ نے فرمایا: **اذھبو فانتم الطلقاء** (اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو)

رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل مکہ کو آزاد کیا، حالانکہ بزور شمشیر اللہ نے ان کو آپ ؐ کے لیے مسخر کیا تھا اور وہ بمنزلہ فئے کے تھے۔ اسی وجہ سے اہل مکہ کو "طلقاء"

(آزاد شدہ) کہا جاتا ہے۔ اب تمام لوگ اسلام لانے اور رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنے مکہ میں جمع ہوئے۔ عمرؓ بن خطاب آپؐ سے منبر پر ایک درجہ نیچے بیٹھے تھے، یہی لوگوں سے بیعت کراتے تھے اور اس اقرار پر کہ وہ حتی المقدور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کریں گے، بیعت کرتے تھے۔

مردوں کی بیعت سے فارغ ہوکر آپؐ نے عورتوں سے بیعت لینا شروع کی۔ قریش کی عورتیں بھی بیعت کے لیے آئیں۔ ان میں ہند بنت عتبہ بھی تھی۔ اس نے اپنی اس حرکت کی وجہ سے جو حمزہؓ کے ساتھ احد میں کی تھی، چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا اور اپنی شکل چھپا رکھی تھی۔ اپنے اس جرم کی وجہ سے اس کو خوف تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسے گرفتار کرلیں گے۔

جب سب عورتیں آپؐ کے پاس بیعت کے لیے آئیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اس اقرار کے ساتھ میری بیعت کرو کہ اللہ واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی۔ ہند نے کہا: ''آپؐ ہم سے ایسی بات کا اقرار لے رہے ہیں جس کا اقرار آپ نے مردوں سے نہیں لیا، مگر ہم اس کے لیے تیار ہیں''۔ رسول اللہ صلی اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اور اس بات کا عہد کرو کہ چوری نہ کروگی''۔ ہند نے کہا: ''ابوسفیان کے مال سے البتہ تھوڑا بہت جو مجھے مل جاتا تھا، میں لے لیتی تھی، میں نہیں جانتی کہ وہ میرے لیے جائز ہے یا ناجائز''۔ اس پر ابوسفیان نے جو وہاں موجود تھے کہا: ''اب سے پہلے جو کچھ تم نے اس میں سے لیا ہے وہ تمہارے لیے حلال ہے''۔ اب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم ہند بنت عتبہ ہو''؟ اس نے کہا: ہاں میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ آپؐ میری گزشتہ خطائیں معاف فرمادیں۔ اللہ آپ کی خطائیں معاف فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور یہ اقرار کرو کہ زنا نہ کروگی''۔ ہند نے کہا: ''یا رسول اللہ، کیا شریف خاتون زنا کرتی ہے''؟ آپؐ نے فرمایا: ''اور یہ اقرار کرو کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کروگی''۔ ہند نے کہا: ''ہم نے چھوٹوں کو پال کر بڑا کیا تھا آپ ہی نے بدر میں ان کو قتل کردیا۔ اب آپ

جانیں اور وہ'' اس جواب پر عمرؓ بن خطاب اس قدر ہنسے کہ بے قابو ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اور یہ اقرار کرو کہ کسی پر بہتان نہ لگاؤ گی''۔ ہند نے کہا:''بخدا بہتان بہت ہی بری اور ذلیل بات ہے اور بعض لوگوں سے درگزر کر دینا زیادہ فائدہ مند ہوا کرتا ہے''۔ آپؐ نے فرمایا:''اور اقرار کرو کہ میرے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو گی''۔ ہند نے کہا:''ہم یہاں اس لیے نہیں آئے کہ کسی اچھی بات کے لیے آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کریں''۔ اب رسول اللہ ﷺ نے عمرؓ سے فرمایا:''ان سے بیعت لے لو''، اور آپؐ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ عمرؓ نے ان سے بیعت لے لی۔

خود رسول اللہ ﷺ سوائے ان عورتوں کے جن کو اللہ نے آپؐ کے لیے حلال کیا تھا، یا جو آپؐ کی محرم تھیں، دوسری کسی غیر عورت سے مصافحہ نہ کرتے تھے اور نہ ہاتھ لگاتے تھے اور نہ کوئی غیر عورت آپؐ کو چھوتی تھی۔

ابان بن صالح سے مروی ہے کہ عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ پانی سے بھرا ہوا ایک برتن آپؐ کے سامنے رکھا ہوتا تھا۔ جب آپؐ ان سے اقرار کرواتے تو آپؐ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالتے اور نکال لیتے، پھر عورتیں اس پانی میں ہاتھ ڈالتیں۔ پھر آپ فرماتے: جاؤ میں نے تم سے بیعت کر لی''۔[۱۳]

یہ تھی دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے باوجود درگزر اور رحمت کا سلوک جس کی مثال تاریخ انسانیت میں مفقود ہے۔ ایک دشمن عورت کے ساتھ آپؐ کا مکالمہ بھی آنے والے زمانہ کے انسانوں کے لیے قابل تقلید ہے۔

کعبۃ اللہ کی عظمت کی بحالی

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے مکہ کی اس عظمت کو قیامت تک کے لیے بحال فرمایا جو اپنا مقام کھو چکی تھی۔ اس موقع پر آپؐ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس سے تا قیامت انسانیت کو رہنمائی ملتی رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا:

یاایّها الناسُ ! انّ الله حرّم مکّة یوم خلق السمٰوٰت و الارض فهی حرام من حرام الٰی یوم القیامة فلا یحلُّ لامرئ یومن بالله و الیوم الآخر، ان یسفک فیها دما ولا یعضد فیها شجرا. لم تحلل لا حد کان قبلی ولا تحلّ لا حد یکون بعدی ، ولم تحلل لی الاّ هٰذه الساعة غضبا علی اهلها، اَلا ، ثم قد رجعت کحرمتها بالامس ، فلیبلغ الشاهد منکم الغائب،

فمن قال لکم ان رسول الله (قد)قاتل فیها فقولوا، انَّ الله قد اَحلّها لرسوله ولم یحللها لکم، یا معشر خزاعة ارفعوا ایدیکم عن القتل فلقد کثر القتل ان نفع، لقد قتلتم قتیلا لاُدینَّه فمن قُتِل بعد مقامی هٰذا فاهله بخیر النظرین ان شاء وا فدم قاتله ، وان شاء وا فعقله . [۱۴]

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین و آسمان پیدا کیے، اسی دن مکہ کو حرمت کی جگہ قرار دیا، پس وہ اس وقت سے برابر حرمت کی جگہ چلا آ رہا ہے اور قیامت تک اسی طرح محرم رہے گا، لہٰذا کسی بھی ایسے آدمی کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، یہ بات جائز نہیں کہ مکہ میں کسی کا خون بہائے یا اس کا کوئی درخت کاٹے، مجھ سے پہلے کسی بھی شخص کے لیے مکہ حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد آنے والے کسی شخص کے لیے حلال ہوگا، میرے لیے بھی حلال نہیں ہوا، ہاں صرف اس وقت کے لیے محض اس وجہ سے حلال کر دیا گیا کہ اہل مکہ پر اللہ کو اظہار غضب مقصود تھا، سن لو! اس وقت کے بعد اس کی حرمت کل کی طرح پھر لوٹ آئی۔ لہٰذا تمہیں چاہیے کہ جو بھی یہاں موجود ہے اور میری یہ بات سن رہا ہے، وہ حقیقت کو ہر اس شخص تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔ پس تم سے جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں قتال کیا تھا اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسولؐ کے لیے اسے حلال کیا تھا، تمہارے لیے حلال نہیں کیا۔ اے گروہ خزاعہ اب قتل سے اپنے ہاتھ اٹھا لو، قتل بہت ہو چکا ہے، اس میں کوئی نفع نہیں۔ تم نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے، میں اس کی دیت دوں گا۔ میرے اس قیام کے بعد جو قتل کیا جائے تو مقتول کے ورثاء کو دو چیزوں میں اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں تو قصاص لے لیں اور چاہیں تو خون بہا لے لیں۔

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے بنو خزاعہ کے قتل ہوئے شخص کا خون بہا ادا فرمایا۔ ۱۵؎

یومِ فتح یومِ وفا ہے

خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد آپؐ نے خانۂ کعبہ کا طواف فرمایا۔ طواف ختم کرنے کے بعد عثمان بن طلحہ کو بلایا اور ان سے کعبہ کی کنجی لے لی اور دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ دروازہ کھولا گیا تو آپؐ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور وہاں اپنے آباءو اجداد کی تصویریں دیکھیں۔ آپؐ نے تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا۔ پھر آپؐ نے دروازے کے سامنے دیوار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کرانے کے بعد آپؐ مسجد میں بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ آپؐ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ کنجی ان کے ہاتھ میں تھی۔ آپؐ نے دریافت کیا: عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ انہیں بلایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا ''**ھاک مفتاحک یا عثمان، الیوم یوم برّو وفاء**'' (اے عثمان، یہ لو اپنی کنجی۔ آج نیکی اور وفا کا دن ہے)۔

حضرت عثمان بن طلحہؓ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ''ہم زمانۂ جاہلیت میں پیر اور جمعرات کو کعبۂ مشرفہ کو کھولتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ لوگوں کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہونا چاہتے تھے، اس وقت میں نے آپ کو برا بھلا کہا اور سختی سے پیش آیا، لیکن آپؐ نے حلم و بردباری اختیار کی اور فرمایا: ''اے عثمان شاید تو دیکھے گا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا''۔ میں نے کہا! تو اس دن قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا! نہیں، بلکہ یہ اس دن عزت مند اور آباد ہوں گے۔ پھر آپؐ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ میرے دل میں یہ بات اٹک کر رہ گئی اور میں اس وقت سمجھ گیا کہ یہ کام اسی طرح ہوگا جیسے آپؐ نے فرمایا ہے۔ جب فتح کا دن آیا تو آپؐ نے فرمایا: اے عثمان کنجی لاؤ۔ میں لے کر حاضر ہوا۔ آپؐ نے اسے میرے ہاتھ سے لے لیا اور پھر واپس کر دی اور فرمایا: ''اسے لے لو، ہمیشہ کے لیے نسلاً بعد نسلاً۔ ظالم کے سوا کوئی اسے تم سے نہ چھینے گا، اے عثمان اللہ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنایا

ہے، اس لیے اس گھر سے جو آئے نیکی کے ساتھ کھاؤ"۔ پھر مجھے مکہ میں ہجرت سے پہلے آپؐ کا قول یاد آ گیا کہ "شاید تو دیکھے گا یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور جسے میں چاہوں گا دوں گا"۔ میں نے عرض کیا: ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ١٦

قانون کی بالادستی

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے دوٹوک انداز میں قانون کی بالادستی کا اعلان ہی نہیں کیا، بلکہ قانون کی نظر میں مساوات انسانیت کو بھی قائم فرمایا۔ اس موقع پر قبیلۂ مخزوم کی فاطمہ نامی ایک خاتون نے کسی کا زیور چوری کیا تو سزا سے بچنے اور خاندانی شرافت کی ساکھ قائم رکھنے کی خاطر اس کے قبیلے کے لوگ آپؐ کے محبوب ومقرب ساتھی حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس سفارش کے لیے پہنچے۔ جب انھوں نے آپؐ سے اس کی سفارش کی تو غصہ سے آپؐ کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا: **اتكلمنى فى حد من حدود الله ؟** (کیا تم اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سفارش کرتے ہو؟) اس کے بعد شام کے وقت آپؐ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا:

اما بعد فانما اهلك الناس قبلكم انهم كانو اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد والذى نفس محمد بيده لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها" ١٧

اما بعد، تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے تباہ ہوگئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کم زور آدمی چوری کرتا تو اس کو فوراً سزا دیتے۔ قسم اس ہستی کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

اس کے بعد آپؐ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ آپؐ کے اس عمل سے اسلام میں ہمیشہ کے لیے غیر قانونی سفارش ممنوع قرار پائی اور قانون بلا تفریق رنگ و نسل، مذہب وعقائد، اشرف، اطرف، امیر وغریب سب کے لیے مساوی قرار پایا۔

فاتح افواج کے لیے اعلان

مکہ میں فاتحانہ قدم رکھتے ہوئے آپؐ نے اپنے سپہ سالاروں اور افواج کو جو حکم دیا وہ تا قیامت فاتحین کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپؐ نے اعلان فرمایا:

من دخل دار ابی سفیان فھو آمن	جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہوا اس کو امن ہے
من دخل دار حکیم فھو آمن	اور جو حکیم کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے
و من دخل المسجد فھو آمن	اور جو شخص مسجد میں داخل ہو وہ بھی مامون ہے
و من اغلق بابه و کف یده فھو آمن ١٨	اور جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اور لڑائی سے دست کش ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔

فاتح افواج کو ہدایت:

ابن اسحاق اور بلاذری کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہوئے افواج کو حکم دیا کہ وہ مختلف راستوں سے داخل ہوں اور ان احکام کی پابندی کریں:

١- جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
٢- جو شخص خانۂ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
٣- جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
٤- جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
٥- جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
٦- بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
٧- زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
٨- اسیروں کو قتل نہ کیا جائے۔ ١٩

حواشی ومراجع

۱ ابن ہشام، سیرۃ النبی، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، ۱۹۳۷، ۳/ ۳۵۵-۳۵۶

۲ ابن ہشام، ۳/ ۳۶۳-۳۶۴

۳ ابن ہشام، ۳/ ۳۶۶

۴ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، الجزء الثانی، موسسۃ العلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۹۷۹ء، الجزء الثانی، ص ۲۸۱-۲۸۲

۵ ابن ہشام، ۳/ ۳۶۹

۶ ابن ہشام

۷ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب صلح حدیبیہ

۸ ابن ہشام، ایضاً، ص ۳۶۷

۹ ایضاً، ص ۳۷۲-۳۷۳

۱۰ ایضاً، ص ۳۷۲

۱۱ ایضاً، ۴/ ۳-۱۴

۱۲ ایضاً، ۳/ ۴۱

۱۳ الطبری، ایضاً، ص ۳۳۷-۳۳۸

۱۴ ابن ہشام، ۴/ ۳۵-۳۶

۱۵ ایضاً، ص ۳۶

۱۶ ابن قیم لجوزیۃ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، الجزء الثالث، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۸ء، ص ۳۵۴-۳۵۶

۱۷ بخاری، کتاب المغازی، باب ۵۲۳، حدیث نمبر ۱۴۳۶

۱۸ ابن ہشام، ۴/ ۲۳-۲۴

۱۹ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، اردو ترجمہ، سید ابوالخیر مودودی، کراچی، نفیس اکیڈمی طبع سوم، جنوری ۱۹۸۶ء، ص ۴۸۱-۴۸۷